مولانا محمد تقی امینی
ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

خطاب عیدالاضحیٰ

یہ خطاب عیدالاضحیٰ کے دن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پڑھا گیا:-

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرات! آج ہماری دوسری عید ہے۔ پہلی عید کی طرح یہ عید بھی دنیا کے تہواروں اور میلوں سے مختلف ہے۔ اس میں ایک نہایت اہم عہدنامہ پر دستخط کی تجدید و یاددہانی ہوتی ہے جس پر دستخط کے بغیر کوئی شخص مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

اس عید میں جس اہم عہدنامہ پر دستخط کی تجدید و یاددہانی ہوتی ہے وہ اصول و صداقت کے مقابلہ میں جذبات و خواہشات کی قربانی کا عہدنامہ ہے۔ انسان کے لیے سب سے بڑی آزمائش اس کے جذبات و خواہشات کی آزمائش ہے۔ وہ سمندر کی موجوں سے نہیں گھبراتا، پہاڑوں کی چٹانوں سے ہراساں نہیں ہوتا، درندوں کے مقابلہ سے منھ نہیں موڑتا لیکن نفس کی ایک معمولی سی خواہش اور جذبات کی ادنیٰ سی کشش کا بھی وہ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آپ تعجب کریں گے کہ دنیا ہزار ترقی کے باوجود خواہشات و جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوئی تدبیر نہ سوچ سکی اور ہزار ایجادات کے باوجود عقل کو خواہشات پر فتحمند بنانے کے لیے کوئی مشین نہ ایجاد کرسکی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کائنات کی عکاسی کے لیے اس نے جو آئینہ تیار کیا ہے اس میں کائنات کا عکس تو بڑی حد تک نظر آگیا لیکن انسان ہی کا صحیح عکس اس میں نہ نظر آسکا۔ انسان کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے براہیمی نظر کی ضرورت ہے جو سائنٹفک دنیا کے پاس نہیں ہے۔

براہیمی نظر پیدا بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ ہوس چھپ چھپ کے سینہ میں بنا لیتی ہے تصویریں

عہدنامہ پر دستخط کی تجدید و یاد دہانی کا ذکر اس آیت میں ہے

لن ینال اللہ لحومہا و لا دما ؤہا	اللہ تک ان قربانیوں کا نہ تو گوشت پہونچتا ہے
و لکن ینالہ التقویٰ منکم[۱]	نہ خون اس کے حضور جو کچھ پہونچ سکتا ہے وہ تمہارا تقویٰ (دل کی نیکی) ہے

یہ دل کی نیکی یا تقویٰ کب حاصل ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے۔

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما	جب تک اپنی محبوب چیزوں کو خرچ نہ کرو
تحبون[۲]	کامل نیکی کے مرتبہ کو نہ پہونچ سکوگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بڑھ کر صحابۂ کرامؓ کو کون محبوب ہو سکتا ہے لیکن جب اصول و صداقت کے قربان ہونے کا اندیشہ نظر آیا تو انھوں نے جذبات و خواہشات کو کس طرح قربان کیا اس کی وضاحت چند مثالوں سے ہوتی ہے۔

(۱) جسد اطہر سے روح مبارک پرواز کر جانے کے بعد مسجد نبوی میں صحابۂ کرام ایک تازہ تحقی آزمائش سے دوچار ہوئے حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی محبت کے جوش میں کسی طرح رسول اللہ کے وصال کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے اور قسم کھا کھا کر کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ کا وصال نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں ابو بکرؓ نے ایک طرف عشق و محبت کے تقاضہ میں کمی نہ آنے دی کہ حجرۂ مبارک میں داخل ہو کر رخ زیبا سے چادر اٹھائی۔ سر نیاز جھکایا بوسہ دیا اور رو رو کر فرمایا۔

بابی انت و امی طبت حیا و میتا	میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ زندگی اور موت دونوں میں پاکیزہ رہے۔

دوسری طرف مسجد میں آئے عمرؓ کو سمجھایا صحابہؓ کو روکا اور اصول و صداقت کی راہ کو اس طرح واضح کیا کہ لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اسلام زندگی و توانائی سے بھرپور نظر آنے لگا۔ چنانچہ حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

الا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات و من کان یعبد اللہ	جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے

---

[۱] الحج ۳۷ [۲] آل عمران ۹۲ [۳] بخاری باب فضل ابی بکر

فانہ حی لا یموت[1] — اور جو شخص اللہ کی بندگی کرتا تھا تو بیشک اللہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں ہے۔

اور خلافت کی سب سے پہلی تقریر میں اصول و صداقت کے مقابلہ میں جذبات و خواہشات کو قربان کرنے کا انداز اس طرح سمجھایا:۔

لوگو۔ میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں صحیح کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے۔ جھوٹ خیانت ہے تم میں کمزور میرے نزدیک قوی ہے جب تک اس کی شکایت دور نہ کر دوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے جبتک اس سے حق نہ لے لوں[2]۔

(۲) حضرت عمرؓ نے اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں بیعت لی تھی۔

لانھم کانوا یذھبون یصلون تحتھا فخاف علیھم الفتنۃ[3] — کیونکہ لوگ جا کر اس کے نیچے نماز پڑھتے تھے جس سے فتنہ کا اندیشہ تھا۔

اپنے محبوب کی طرف منسوب چیزوں سے محبت طبعی امر ہے جس کی رعایت ضروری ہے اور کبھی اس قدر عقلی بن جاتی ہے کہ دشمن اس کے ذریعہ قوت حاصل کرتا ہے لیکن عام حالت میں یہ محبت اگر اس حد تک تجاوز کر جائے کہ اصول و صداقت اور شرعی احکام کے مراتب نہ قائم رہ سکیں یا سیاسی بازیگر اس سے کھیلنا شروع کر دیں تو یہ مستقل فتنہ بن کر ہلاکت و بربادی کا پیغام ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔

انما ھلک من کان قبلکم بھذا یتبعون آثار انبیاءھم فاتخذوھا کنائس و بیعا[4] — تم سے پہلے لوگ اس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ وہ انبیاء کی نشانیوں کے پیچھے پڑے پھر انہوں نے ان کو عبادت خانے بنا لیے۔

---

[1] بخاری باب فضل ابی بکر۔

[2] البدایہ والنہایہ ج باب اعتراف سعد بن عبادہ ماقالہ الصدیق فی یوم السقیفۃ [3] الاعتصام للشاطبی ج فصل قد یکون اصل العمل مشروعا ص۹۳ [4] ایضاً

رسول اللہ کے بعد فتنۂ ارتداد (دین سے پھر جانے کا) زمانہ ختم ہوچکا تھا جس میں سندان عشق کی نمود ضروری تھی اور ابو بکرؓ یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ اگر رسّی کی زکوٰۃ بھی رسول اللہ کو دیتے تھے اور مجھے نہ دیں گے تو میں جہاد کروں گا۔ اب جام شریعت کی حفاظت کا زمانہ تھا جس میں جام وسندان باختن کا مظاہرہ تھا۔ اور عمرؓ درخت کو کاٹ دینے میں حق بجانب تھے کہاں معمولی رسّی کی زکوٰۃ نہ دینے پر جہاد کا اعلان اور کہاں ذات اقدسؐ سے مشرف درخت کے نیچے نماز پڑھنے پر ہلاکت و بربادی کا پیغام؟

درکفے جام شریعت درکفے سندان عشق　　　　ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

ایک ہاتھ میں شریعت کا جام ہے اور دوسرے ہاتھ میں عشق کا سندان ہے۔ ان دونوں کو اپنی اپنی جگہ رکھنے میں وہی شخص کامیاب ہوسکتا ہے جس نے اصول وصداقت کی خاطر جذبات وخواہشات کو قربان کرنا سیکھا ہو۔

(۳) حضرت عمرؓ کو کوفہ کی حکومت کے لیے ایک ایسے شخص کی تلاش تھی جو قوی امانت دار اور مسلمان ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا

خدا کی قسم میں آپ کو ایک ایسا ہی آدمی بتاتا ہوں جو قوی۔ امانت دار اور مسلمان سب کچھ ہے اور بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔

پوچھا وہ کون ہے۔ جواب دیا عبداللہ آپ کے صاحب زادے ہیں۔

یہ سن کر فرمایا قاتلک اللہ[۱] (اللہ تمہیں محروم کرے یہ تم نے کیسی بات کہدی؟

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے　　　　یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

(۴) یرموک کی لڑائی میں حضرت خالد بن ولیدؓ اسلامی فوجوں کے سپہ سالار تھے اور ابو عبیدہؓ بن جراح ان کے ماتحت افسر تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے ابو عبیدہؓ بن جراح کو سپہ سالار مقرر کیا اور خالدؓ کو ان کے ماتحت کر دیا، یہ فرمان عین اس وقت پہونچا جبکہ لڑائی آخری مرحلہ میں پہونچکر فتح ہونے والی تھی ابو عبیدہؓ فرمان خلافت کے مطابق فوراً سپہ سالاری کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے کر فتح کا کریڈٹ خود حاصل کر سکتے تھے لیکن انھوں نے اس فرمان کو چھپایا اور خالدؓ

---

[۱] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الاربعون

کی ماتحتی میں بدستور اپنے کو باقی رکھا یہاں تک کہ فتح کے آثار نمایاں ہو گئے۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا اور موقع پا کر فتح کا کریڈٹ خود کیوں نہ حاصل کر لیا تو جذبات و خواہشات کی قربانی دینے والے نے جواب دیا۔

ماسلطان الدنیا اریـد ولا للدنیا   میں دنیا کی بڑائی نہیں چاہتا اور نہ دنیا کے لیے

اعمل   عمل کرتا ہوں۔

ادھر یرموک کی فتح کے بعد جب یہ خبر پھیلی کہ اس عظیم جنگ کے فاتح کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا گیا تو لوگوں کے اندر سخت بے چینی پیدا ہوئی اور بعض نے خالدؓ کو ابھارا کہ آپ خلیفہ کا حکم نہ مانیں آپ کے ساتھ کافی لوگ ہیں مگر خالد نے اس قسم کی ہر بات ماننے سے انکار کر دیا اور برضا و رغبت ابوعبیدہ بن جراح کی ماتحتی میں ایک معمولی فوجی بن کر اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف لڑتے رہے۔ اس وقت انھوں نے جو جملہ کہا وہ تاریخ نے ان الفاظ میں محفوظ رکھا۔

انالا اقاتل فی سبیل عمر ولکن   میں عمر کی راہ میں جنگ نہیں کرتا بلکہ عمر کے

فی سبیل رب عمر   رب کی راہ میں جنگ کرتا ہوں۔

اوپر کی چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں ہماری ملّی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے یہ سب کچھ جو آپ نے دیکھا وہ اصول و صداقت کے مقابلہ میں جذبات و خواہشات کی قربانی کا نتیجہ تھا جس کا عہد ہر مسلمان سے لیا جاتا ہے اور جس پر دستخط کی تجدید و یاد دہانی ہر سال آج کی ہماری عید میں ہوتی رہتی ہے۔ قربانی کے وقت چھری جو جانور کی گردن پر چلتی ہے وہ دراصل نفس کی گردن پر چلائی جاتی ہے جس سے جذبات و خواہشات کی قربانی مقصود ہوتی ہے۔ اسی بنا پر قرآن میں ہے۔

کہ اللہ کو نہ اس کا گوشت پہونچتا ہے اور نہ خون پہونچتا ہے بلکہ اس کے پاس دل کی بات پہونچتی ہے۔

نفس کی گردن پر چھری چلانے کے بعد پھر دوست کے کوچہ میں پہونچنے کے لیے زیادہ فاصلہ نہیں طے کرنا پڑتا۔

یک قدم راہ راست دو دیگر راہ نیست   یک قدم بر نفس نہ دیگر قدم بر کوئے دوست

علم و فن کی ترقی کے اس دور میں قربانی کی حقیقت لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور اس پر طرح طرح سے اعتراض کرتے ہیں ان کی خدمت میں بس اتنی گذارش ہے ؎

اے کمال سخن کے دیوانو   ماورائے سخن بھی ہے ایک بات